رجسٹرڈ انگلیشیہ ( )

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... عہ
سہ ماہی .... عاں

قیمت پرانا پرچہ ۴ر

فرخندہ بنیاد حیدرآباد کی

ہفتہ وار

مملکت

اڈیٹر۔
میر حسن الدین بی۔اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... عہ
سہ ماہی ۸ر

قیمت فی پرچہ ۲ر

جلد (۵) | ۱۹ اسفندار ۱۳۵۵ف | ۱۶ محرم ۱۳۶۵ھ | ۲۲ دسمبر ۱۹۴۵ء | نمبر (۳۶)

ہندوستان سے متعلق برطانوی اعلانات

دو مجالس دستور ساز کا مطالبہ

پارلیمنٹ میں ہندوستان سے متعلق اعلان، کلکتہ میں وائسرائے کی تقریر، کانگریسی لیڈروں سے وائسرائے کی ملاقات، کانگریس کی مجلس عاملہ کا انعقاد یہ سب واقعات ایک ہفتہ میں رونما ہوئے۔ تاہم ان واقعات سے ہندوستان کی سیاسی صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ صورت حال آج بھی وہی ہے جو کچھ عرصہ پہلے تھی۔ اگر کوئی تبدیلی ہوتی تو واقعی تعجب خیز ہوتی کیونکہ انتخابات کے دوران میں کسی قسم کی تبدیلی نہ صرف نامناسب بلکہ مختلف جماعتوں کے لئے قابل اعتراض ہوتی۔

ان سارے سرگرمیوں اور اعلانات کا ایک نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ہندوستان کو ایک برطانوی وفد روانہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس وفد کا مقصد ہندوستان کے نامہ و پیام خیر سگالی لانا اور ہندوستانی لیڈروں سے ملنے کے بعد سیاسیات ہند کے متعلق جو ارتسامات پیدا ہوں ان کو حکومت برطانیہ تک پہنچانا ہے۔ آخر الذکر مقصد کی تکمیل کے لئے ایک رپورٹ پیش کی جائے گی اور شاید چند سفارشات بھی کئے جائیں گے۔ اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اس وفد کی تشکیل اور دائرہ عمل خواہ کچھ ہو اس کی سفارشات حکومت برطانیہ پر قابل پابندی نہ ہوں گے۔ ہندوستان میں یہ شبہ کیا جاتا تھا کہ اس وفد کو روانہ کرنے کا مقصد معاملات کو التوا میں ڈالنا ہے مگر اب یہ شبہ اس وجہ سے باقی نہیں ہے کہ یہ وفد انتخابات سے قبل اپنا کام ختم کرکے واپس چلا جائے گا۔ اور انتخابات کے نتائج ظاہر ہونے تک کوئی قدم نہیں اٹھایا جائے گا۔

برطانوی وفد سے متعلق اکثر لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ وفد غیر ضروری ہے۔ کانگریسی حلقوں کا یہ اصرار ہے کہ شبہات کو رفع کرنے کے لئے برطانیہ کو کوئی قدم اٹھانا چاہیے۔ لیگ کا بیان ہے کہ جب تک تقسیم کا اصول برطانیہ تسلیم نہ کرلے کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان میں اس وفد کی نسبت شبہات کا پیدا ہونا ہندوستان کے رجحانات کا مظہر ہے۔ تاہم ہندوستان کے کسی گوشہ سے یہ نہیں کہا گیا کہ اس وفد سے عدم تعاون کیا جائے گا۔

پارلیمنٹ کے اس اعلان کو کہ برطانیہ ہندوستان میں نظم و امن قائم کرے گا ہندوستانی قومیت کے لئے ایک دھمکی سے تعبیر کیا جارہا ہے۔ حکومت برطانیہ کو یہ شکایت ہے کہ ہندوستانی لیڈر دھمکیاں دے رہے ہیں اور ہندوستانی لیڈر کہتے ہیں کہ حکومت برطانیہ دھمکیاں دے رہی ہے۔ بہرحال دھمکیوں کی جنگ جاری ہے۔

وزیر ہند کے بیان میں کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اس میں اسی خیال کو دہرایا گیا ہے کہ برطانیہ ہندوستان کو آزاد دیکھنا چاہتا ہے۔ لارڈ ویول نے انگلستان سے واپسی کے بعد جو اعلان کیا تھا اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اگر اس میں کوئی تبدیلی ہوتی تو لیگ کی جانب سے احتجاج کیا جاتا۔

پارلیمنٹ کے اعلان کے بعد مسٹر جناح نے دو بیانات جاری کئے ہیں یہ بیانات ان لوگوں کے لئے تشویش کا باعث ہوں گے جو یہ چاہتے تھے کہ وہ مجلس دستور ساز میں شرکت کریں۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ مسٹر جناح عارضی یا مستقل طور پر مشترکہ مرکز کے خلاف ہیں۔ لیکن اب وہ صاف اور صریح طور پر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ دستور ساز مجالس دو ہوں۔ سارے ہندوستان کے لئے وہ ایک دستور ساز مجلس کے خلاف ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ دراصل ان کے نظریہ کا منطقی نتیجہ ہے۔ مسٹر جناح کا یہ کہنا کہ دستور ساز مجالس دو ہوں۔ ایک پاکستان کے لئے اور ایک ہندوستان کے لئے اور یہ کہ برطانیہ کی مجوزہ دستور ساز مجلس سے انہیں سروکار نہ ہوگا ایک نیا مسئلہ پیش کرتا ہے۔ آئندہ قدم اٹھانے سے پہلے وائسرائے کو جدید مجالس منتخبہ کے ارکان سے مشورہ کرنا ہوگا۔

(باقی صفحہ ۱۱)

ہفتہ وار
مملکت

۱۹ بہمن سنہ ۱۳۵۵ ف

ذمہ دارانہ حکومت کے طلبگاروں سے چند سوالات

ہندوستان کی گزشتہ پچاس سال کی ملکی زندگی کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو ظاہر ہوگا کہ ہر ہندوستانی نوجوان خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان کانگریس کو اپنی محبتوں اور عقیدتوں کا مستحق سمجھتا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک غلام ملک کے افراد سب سے پہلے اپنی گردن سے طوق غلامی نکالنا چاہتے ہیں اور کانگریس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ہندوستان سے انگریز کو نکالنے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ فطری بات ہے کہ ہر نوجوان کانگریس کو اپنے وطن پرستانہ مساعی کا مرکز قرار دے۔ اگر ہندوستان کی آزادی سے کانگریس کا منشا یہ ہوتا کہ سارے ہندوستان آزاد ہو تو پھر کوئی جھگڑا ہی نہ تھا لیکن جیسا کہ گزشتہ پندرہ بیس سال کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے ہندوستان کی آزادی سے کانگریس کی مراد یہ ہے کہ انگریز یہاں سے چلا جائے اور اس کی جگہ اونچی ذات والے برہمنوں اور سرمایہ داروں کے لئے مخصوص کر جائے۔ دوسرے الفاظ میں مسلمان جو اقلیت میں بھی ہیں اور افلاس میں بھی مبتلا ہیں اس برہمن بنیا راج کے غلام بنے رہیں۔ اسی طرح وہ سارے ہندو جو اونچی ذات کے نہیں ہیں اور جو مفلس ہیں اور جن کی تعداد ۲۷ کروڑ ہے انکی قدیم معاشی نظام کے تحت چھوت چھات اور ذات پات کی موجودہ بندشوں کے ساتھ برہمن بنیا راج کی غلامی کرتے رہیں۔

جب نوجوانوں پر خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان کانگریس کا اصلی منشا ظاہر ہو جاتا ہے تو وہ کانگریس سے منحرف ہو گئے ہیں۔ مسلم نوجوان مسلم لیگ میں شریک ہو جاتا ہے اور اس پلیٹ فارم سے یہ نعرہ بلند کرتا ہے کہ ہندوستان کی آزادی کا مفہوم یہ بھی ہونا چاہیے کہ مسلمان بھی آزاد ہو جائیں۔ دوسرے الفاظ میں مسلم لیگ کا پلیٹ فارم ہندو قوم کے اس رجحانات کے خلاف ایک جہاد ہے کہ مذہبی بنیادوں پر عددی اکثریت قائم کرکے دوسرے مذاہب کے متبعین پر حکومت کی جائے۔ دوسرے نوجوان یا تو کمیونسٹ پارٹی میں شریک ہو جاتے ہیں یا [illegible] کی ریڈیکل ڈیموکریٹک پارٹی میں۔ اکثروں نے کانگریس کی اس اصلی ذہنیت سے تنگ آکر یہ تہیہ کر لیا ہے کہ سیاسیات سے الگ ہو کر سماجی خدمات انجام دیں۔ مختصر یہ کہ جوں جوں کانگریس کی اصلی ذہنیت عریاں ہوتی جا رہی ہے اسی مناسبت سے تعلیم یافتہ اور ذی شعور نوجوان کانگریس سے الگ ہو کر دوسرے اداروں میں اپنی تنظیم کر رہے ہیں۔ کانگریس میں جو لوگ باقی رہ گئے ہیں وہ چار قسم کے ہیں۔ (۱) وہ جو برہمن بنیا راج کے دل سے قائل ہیں اور جنہیں ایسے راج سے خوش آئند توقعات وابستہ ہیں۔ (۲) وہ جو کانگریس کے ماضی کا تجزیہ درست طور سے نہیں کر سکتے بلکہ صرف آزادی کے نعرہ کے پیچھے بغیر سوچے سمجھے دوڑے جا رہے ہیں۔ (۳) وہ جو مہاتما گاندھی کی ذات اور ان کی مخصوص طرز زندگی سے متاثر ہیں یعنی مہاتما جی سے روحانی، مذہبی یا جذباتی عقیدت رکھتے ہیں۔ (۴) وہ نوجوان جو پنڈت نہرو کی زندگی سے متاثر ہیں لیکن جو بہت جلد "ہندوستان چھوڑ دو" کے طلسم سے آزاد ہو کر یا تو کمیونسٹ پارٹی میں شریک ہو جائیں گے یا کامریڈ رائے کی پارٹی میں۔

اگر حالات وہی ہیں جو ہم نے اوپر بیان کئے ہیں یعنی یہ کہ حصول آزادی کے لئے جو کوششیں کی جا رہی ہیں ان میں اختلاف ہے اور مختلف مفادات میں تصادم ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت حال کی ذمہ داری کانگریس کی اس ہٹ پر کیوں نہ عائد کی جائے جس کے نزدیک ہندوستان کی آزادی مترادف ہے برہمن بنیا راج کے؟ لیکن کانگریس کے پاس روپیہ ہے، اسے سرمایہ داروں کی تائید حاصل ہے، اس کے قبضہ میں پریس ہے اور بیرونی پروپگنڈے کے لئے اس کے پاس دلفریب اصطلاحات ہیں اس لئے باہر کی دنیا سمجھتی ہے کہ جو لوگ کانگریس سے علیحدہ ہیں وہ رجعت پسند ہیں اور کانگریس ہی ہندوستان ہے۔ لیکن وہ دن دور نہیں جبکہ ہندوستان کی کمیونسٹ پارٹی، کامریڈ رائے کی ریڈیکل ڈیموکریٹک پارٹی، مسلم لیگ، اور [illegible] کے ہم قوم برطانیہ، امریکہ اور دیگر مہذب اقوام عالم پر اس حقیقت کو واضح کر دیں گے کہ کانگریس کو برسر اقتدار لانا اس امر کے ہرگز مترادف نہیں کہ ہندوستان آزاد ہو گیا۔

اس تمہید کے بعد ہم اپنے موضوع کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ کانگریس کے نقش قدم پر چلنے والی ایک نہایت مختصر سی جماعت حیدرآباد میں بھی موجود ہے اور اپنی اصطلاحات کے طلسم سے وہ حیدرآباد میں بھی برہمن بنیا راج قائم کرنے کا خواب دیکھ رہی ہے۔ حیدرآباد کی حد تک اس نے اپنے مقصد کے حصول کے لئے ذمہ دارانہ حکومت کا نعرہ تجویز کیا ہے۔ اس نعرہ کے بلند کرنے والوں میں آریہ سماجی بھی ہیں جن کا [illegible] ہے کہ ان کی تحریک کو سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں۔ اس میں مہاسبھائی بھی شریک ہیں جنہوں نے اپنی اسلام دشمنی کو کبھی پوشیدہ نہیں رکھا۔ اس میں کانگریسی بھی ہیں جو دلفریب اصطلاحات کے پردہ میں اپنے عزائم کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس میں کمیونسٹ بھی ہیں جن کا اصلی پروگرام [illegible] ہے لیکن اس پارٹی میں ایسے لوگ بھی شامل ہو گئے ہیں جو ہیں تو کمیونسٹ لیکن ان کی مصلحت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو کمیونسٹ ظاہر کریں۔ اس نعرہ کے بلند کرنے والوں میں مختلف اور متضاد مکاتب خیال کے لوگ شریک ہیں۔ واقف کار لوگوں کا خیال ہے کہ سارے ملک میں ان کی مجموعی تعداد ڈھائی تین سو سے زیادہ نہیں۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ ان کے اداروں کی رکنیت کیا ہے تو وہ ہزاروں کی تعداد بتائیں گے لیکن اگر یہ پوچھا جائے کہ [illegible] تو پتہ چلے گا کہ ایسے ارکان کی ۸۰ فی صد اکثریت ان اداروں کے مقاصد سے بالکل ناواقف ہے۔ خیر یہ ایک ضمنی بحث تھی لیکن اصلی بات جو ذمہ دارانہ حکومت کے ان [illegible] سے ہم پوچھنا چاہتے ہیں یہ ہے کہ ذمہ دارانہ حکومت سے آپ کا منشا کیا ہے؟ اپنے کس نظام زندگی

آپ ہمارے ملک میں رائج کرنا چاہتے ہیں؟
اگر پہلا سوال ذمہ دارانہ حکومت کے علمبرداروں
کی سمجھ میں نہیں آسکتا تو ہم اس کی توضیح کئے
دیتے ہیں۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ جب ذمہ دارانہ
حکومت قائم ہو جائے گی تو امور ذیل سے متعلق
ان ذمہ دار وزراء کا نقطۂ نظر کیا ہوگا؟

کاشتکاروں کے مسائل:۔
(۱) دیہی صنعت کے ارتقاء کی کیا تدابیر
اختیار کی جائیں گی۔ (۲) زرعی پیداوار کی
نکاسی کا کیا انتظام ہوگا کہ کاشتکار کو
اس کی محنت کا پورا صلہ مل سکے۔ اور بیوپاری
نفع اندوزی نہ کر سکیں (۳) کیا بیگار، دیہی وطن داری، رسوم و جاگیردار
وغیرہ حسب حال قائم و برقرار رہیں گے (۴)
اس غریب کاشتکار کا کیا مستقبل ہوگا جو
کسی زمانہ میں اپنی ذاتی زمین رکھتا تھا
مگر سود در سود کی لعنت کی وجہ سے وہ اپنی
اراضی ساہوکار کے نام منتقل کرنے پر مجبور
ہو گیا۔ (۵) کیا پٹیل اور پٹواری کے عہدے
موروثی ہوں گے اور کیا ان کو وہی اختیارات
حاصل ہوں گے جو آج حاصل ہیں (۶) کیا دیہاتی
کا نظام حکومت کاری وہی ہوگا جو آج ہے
دیہاتی کا رنگ کیا ہوگا اور چھوٹے زمینداروں
کو کیا مراعات دی جائیں گی؟ کیا بڑے
زمینداروں کے وجود کو باقی رکھا جائے گا۔
(۷) کیا ملک میں اجتماعی کاشت کا طریقہ
رائج کیا جائے گا۔ (۸) مقننہ میں کاشتکاروں
کی نمائندگی کا تناسب کیا ہوگا؟

مزدوروں کے مسائل:۔ (۱) بڑی
صنعتوں کو نجی سرمایہ داروں کے حوالے
کیا جائے گا یا ایسی صنعتوں کی ملکیت اسٹیٹ
کے حق میں محفوظ رکھی جائے گی۔ (۲) موجودہ
صورتوں میں مزدوروں کو صنعتوں میں کیا
حقوق حاصل ہوں گے یا نہیں۔ (۳) کیا مزدوروں
کے لئے مکانات فراہم کرنا ان کے بچوں
کی امداد بہم پہنچانا، ان کے بچوں کے لئے تعلیمی
انتظام کرنا، ان کے زمانہ ضعیفی میں وظیفہ
پیرانہ سالی دینا، ان کے ایام علالت کو ایام
بیکاری میں شمار کرنا اور عورتوں کو زمانہ حمل کی
تنخواہ لازمی طور پر دینا کارخانہ داروں کے
فرائض میں داخل ہوگا یا نہیں ایسے
فرائض جن کی عدم تکمیل جرم قرار پائے (۴)
مزدوروں کی شرح اجرت کا تعین کرنے والی
کمیٹی میں مزدوروں کو کس تناسب سے نمائندگی
دی جائے گی۔ کیا حکومت اس کو جائز رکھے گی
کہ اشیاء اس لئے تیار کی جائیں کہ کارخانہ
داروں کو نفع حاصل ہو، اس لئے کہ عام
لوگوں کو اشیاء کی ضرورت ہے (۵) مقننہ میں
مزدوروں کی نمائندگی کا تناسب کیا ہوگا؟

محصول اندازی:۔ (۱) اگر موجودہ
حکومت کا یہ نظریہ ہے کہ ہر باشندۂ ملک کو کھانا
کپڑا، رہائشی مکان، تعلیم، طبی امداد اور کسب
معیشت کے وسائل حاصل رہیں تو ان رفاہی
امور اور عظیم الشان منصوبوں کی تکمیل کے لئے
روپیہ کس طرح فراہم کیا جائے گا؟ (۲) اگر
انکم ٹیکس نافذ ہو تو اس کی شرح کیا ہوگی۔
(۳) کیا محصول وراثت نافذ کیا جائے گا (۴)
موجودہ وسائل آمدنی میں کون سے بحال رکھے
جائیں گے اور کونسے برخاست کر دئے جائیں گے
اور کونسے جدید وسائل آمدنی تلاش کئے جائیں گے؟

خارجی تعلقات:۔ کیا برطانوی ہند
کے موجودہ نظریہ کو قبول کیا جائے گا؟
کیا اس نظریہ کو قبول کیا جائے گا کہ حیدرآباد
کے معاہدات تاج برطانیہ سے ہیں نہ کہ
حکومت ہند سے؟ کیا ممالک محروسہ میں
برطانوی افواج کی چھاؤنیاں قائم کرنے کی
اجازت دی جائے گی؟ کیا برطانوی سکہ
اور برطانوی ہند کا سکہ بھی رائج رہے گا؟
کیا برار، شمالی سرکار اور اضلاع مفوضہ کے
استرداد کا مطالبہ کیا جائے گا؟ اگر ہو تو یہ
مطالبہ مسترد کر دیا جائے تو کیا جائیگا؟ کیا ذمہ دار
حکومت راست عمل اختیار کریں گے؟ اگر آخر
کا مطالبہ کرنا مقصود نہیں ہے تو اس کے
کیا وجوہ ہیں۔

مسئلہ تعلیم:۔ کیا جامعہ عثمانیہ
باقی رہے گی؟ کیا اردو کو بحیثیت ذریعہ
تعلیم برقرار رکھا جائے گا یا سارے ملک کا
ذریعہ تعلیم انگریزی ہو جائے گا؟ ممالک محروسہ
میں کتنی جامعات قائم ہوں گی اور ان میں
ذریعہ تعلیم کیا ہوگا؟

مسلمانوں کا موقف:۔ کیا مسلمانوں
کو سرکاری ملازمتوں میں باقی رکھا جائے گا؟
اگر اس سوال کا جواب اثبات میں ہے تو
ان کا تناسب کیا ہوگا؟ مقننہ میں مسلمانوں
کی نمائندگی کی کیا صورت ہوگی؟ حلقہ ہائے
انتخاب مفاداتی ہوں گے یا علاقہ واری؟
انتخابات مخلوط ہوں گے یا جداگانہ؟ کیا
مسلمانوں کو زراعت، تجارت، صنعت و حرفت
اور اسی قبیل کے منفعت بخش پیشوں میں
داخل ہونے کا موقع دیا جائے گا؟ کیا
اور جاگیرداروں کی معاشیں برقرار رہیں گی؟

شاہی اختیارات:۔ کیا کوئی
ایسا مسئلہ بھی ہوگا جو مقننہ کے اختیار سے
باہر ہو؟ ذمہ دارانہ حکومت جملہ مسائل ملکی
خواہ وہ داخلی ہوں یا خارجی خواہ ان کا تعلق
خانوادہ شاہی سے ہو یا رعایا سے فیصل و تصفیہ
کرے گی؟ کیا تاجدار وقت کو اختیار تنسیخ
نیز وزراء کے تقرر و علیحدگی کے اختیارات حاصل
ہوں گے۔ جیب خاص کی پیشکش کی مقدار
میں تخفیف یا اضافہ کا اختیار کس کو ہوگا؟

ہماری یہ خواہش ہے کہ ذمہ دارانہ
حکومت کے طلبگار سوالات بالا کے صاف
صاف جوابات شائع فرما دیں تاکہ اہل ملک
سمجھ سکیں کہ اس نعرہ کا ساتھ دینے میں ملک کا
فائدہ ہے یا نقصان۔ ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ
جوابات مرتب کرنے میں دیانتداری اور
صاف گوئی برتی جائے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر
بتایا ہے ذمہ دارانہ حکومت کے طلبگاروں
میں کئی مکاتب خیال شامل ہیں۔ ظاہر ہے کہ
ہر مکتب خیال کا جواب جدا ہوگا۔ جوابات
کی جانچ و تنقیح کرکے اہل ملک یہ معلوم کرنا
چاہیں گے کہ کس مکتب خیال کے نعرہ میں صداقت
ہے۔ نیز ذمہ دارانہ حکومت کے علمبردار بھی اپنے خاص
ہم خیالوں کے باہمی اختلافات سے واقف ہو جائیں گے۔

اگر حیدرآباد میں برہمن راج قائم کرنا
مقصود نہیں ہے۔ اگر ذمہ دارانہ حکومت سے مراد
سرمایہ داروں کی حکومت نہیں ہے تو ان سوالات
کا جواب شائع کرنے میں کسی قسم کا تامل یا تکلف
نہ ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر وہ حسب عادت ان
سوالات کا جواب دینے سے گریز کریں اور بدستور
دلفریب اصطلاحات سے عوام فریبی کی کوشش
کرتے رہیں تو ہم یہ نتیجہ اخذ کریں گے کہ ان تحریکی
عناصر کی نیت صاف نہیں ہے اور ان کا ساتھ
دینے میں ملک کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ سراسر
نقصان کے لئے ہمیں آلہ کار بنایا جا رہا ہے۔ ہم
سوامی رامانند تیرتھ، پنڈت کاشی ناتھ
راؤ ویدیا، مسٹر نرسنگ راؤ، مسٹر رام
کشن راؤ اور پنڈت ونائک راؤ وادیہ بہادر
"مسٹر وکی" سے متوقع ہیں کہ وہ ان
سوالات کا تشفی بخش جواب دیں گے۔
ہم یہ بھی معلوم کرنا چاہیں گے کہ کامریڈ
نارائن ریڈی، مسٹر گوند داس شراف،
مسٹر ویشن پانڈے وغیرہ کا تصور ذمہ
دارانہ حکومت کیا ہے۔ ان دو گروہوں
کو چھوڑ کر جو باقی رہ جاتے ہیں وہ آریہ
سماجی ہیں یا کچھ لیا بھائی۔ ان
حضرات کے تصور ذمہ دارانہ حکومت
سے تو ہم واقف ہیں۔ ہمیں امید ہے
کہ ذمہ دارانہ حکومت کے طلبگار
اپنے تفصیلی پروگرام کو شائع کرکے
اہل ملک کو اپنے خیالات اور عزائم
سے واقف ہونے کا موقع دیں گے۔

حیدرآباد کی غذائی صورت حال

معتمد صاحب محکمہ رسد کا تبصرہ

مرکزی مشاورتی مجلس اغذیہ کے جلسہ میں جو یکم بہمن گزشتہ منزل میں منعقد ہوا تھا مولوی رضی الدین صاحب معتمد رسد نے غذائی صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

سنہ ۱۳۵۵ف زرعی پیداوار کے اعتبار سے بہتر سال کہا جا سکتا ہے۔ لیوی کے تحت (۳۴۴۶۲۳) پلہ غلہ خرید لیا گیا اور بازاروں میں (۲۳۱۰۹) پلہ جملہ (۳۸۷۸۱۰) پلہ غلہ جمع کیا گیا ختم آبان سنہ ۱۳۵۴ف پر تقریباً (۹۶۷۹۰۱) پلہ کارپوریشن کے گوداموں میں تھے ۱۳۵۵ف میں کل (۲۳۵۷۰۰) پلہ غلہ صرف ہوا ختم آبان سنہ ۱۳۵۵ف پر (۳۰۰۹۹۳۵) پلہ غلہ کارپوریشن کے گوداموں میں باقی رہا۔ اس میں سے پیلی جوار کی مقدار (۳۵۱۸۷۴) پلہ تھی۔ براری اور مالوری جوار (۱۷۷۸۳۰۴) پلہ۔ باجرہ (۱۷۴۵۴) پلہ اور چھوٹے دانہ دار اجناس (۱۱۰۳۷) پلہ جملہ (۱۰۳۰۹۰۰) پلہ۔ ان کے علاوہ سفید جوار (۹۶۶۶۵۶) پلہ تھی۔ گزشتہ سال ہم نے (۳۵) ہزار ٹن جوار، باجرہ اور چھوٹے دانہ دار اجناس برآمد کے لئے دئے تھے۔ لیکن پیلی جوار اور چھوٹے دانہ دار اجناس کی حد تک بلحاظ تجربہ رہا۔ ۱۰ صوبہ جات اور ریاستوں نے جن کو ہمارے پاس سے اجناس دی گئی تھیں پیلی جوار لینے سے انکار کیا۔ چونکہ یہ جوار زیادہ تر دہلی کے لئے خریدی گئی تھی ہمیں اس کی نکاسی میں بڑی دشواری رہی۔ چنانچہ ختم آبان سنہ ۱۳۵۴ف پر گورنمنٹ آف انڈیا کے محکمہ رسد نے ہم سے کہا کہ (۸۳۰۰) ٹن پیلی جوار ہم بجز بمبئی اور مدراس کے جہاں چاہیں بھیج دیں۔ اس تلخ تجربہ کے بعد ختم آبان سنہ ۱۳۵۵ف جو پیلی جوار وغیرہ کے ذخائر تھے ان کی نکاسی سے متعلق بڑی تشویش ہو چلی تھی۔ سنہ ۱۳۵۵ف کی حد تک تو گورنمنٹ آف انڈیا سے یہ طے کر لیا گیا تھا کہ پیلی جوار کارپوریشن کے ذریعہ خریدی نہیں جائے گی اس لئے صرف موجودہ ذخائر کو فروخت کرنے کا سوال اہم تھا۔ چنانچہ مجلس انتظامی سے مشورہ کرنے کے بعد تیر سنہ ۱۳۵۵ف میں نو ہزار ٹن برآمد کے لئے محکمہ رسد گورنمنٹ آف انڈیا کو دئے گئے جن میں (۳۰۰۰) ٹن پیلی جوار (۲۳۰۰۰) ٹن براری اور مالوری جوار (۱۶) ہزار ٹن باجرا اور دس ہزار ٹن چھوٹے دانہ دار اجناس تھے۔ براری اور مالوری جوار بھی گزشتہ سال کی تھی اور اس کو زیادہ گوداموں میں رکھنا مناسب نہیں تھا یہ نو ہزار ٹن حکومت ہند نے یو۔پی، بمبئی، میسور اور مارماگوا کو دئیے۔ یو۔پی کو پچاس ہزار ٹن۔ بمبئی کو دس ہزار ٹن۔ مارماگوا کو ۱۵ اور میسور کو دس۔ کل ۸۵ ہزار ٹن غلہ خریدنے کے لئے ان سے کہا گیا لیکن یو۔پی نے صرف ۱۵ ہزار ٹن خریدنے کا انتظام کیا۔ مارماگوا نے ابتک کوئی انتظام خریدی کا نہیں کیا۔

بمبئی اور میسور نے پورے بیس ہزار ٹن خریدنے کا انتظام کر لیا۔ مارماگوا نے بعد میں لکھا کہ وہ صرف ۵ ہزار ٹن سفید جوار خرید سکیں گے۔ اس طرح کوئی (۲۰) ہزار ٹن اناج بچ رہا۔

سنہ ۱۳۵۵ف کے خریف پیداوار کے لئے جب حکومت ہند نے ہم سے امداد مانگی تو ہم نے مجلس انتظامی سے نیز متعلقہ صاحبان سے مشورہ کرنے کے بعد اکتوبر سنہ ۱۹۴۵ء میں یہ لکھا کہ ۳۰ ہزار ٹن براری اور مالوری جوار اور دس ہزار ٹن باجرہ ہم دے سکیں گے۔

پیلی جوار کے متعلق ہم نے یہ لکھا کہ اگر گورنمنٹ آف انڈیا خود خریدے تو ۴۰ ہزار ٹن پیلی جوار دی جائے گی۔ بشرطیکہ ایک ماہ کے اندر خریدی کا انتظام کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ چونکہ مکئی کی قیمت بہت گری ہوئی تھی یہ کہا گیا کہ ۴۰ ہزار ٹن مکئی بھی دی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ دو ہفتہ کے اندر اس کی خریدی کے لئے قطعی ہدایت کارپوریشن کو دی جائے۔ نہ تو پیلی جوار قبول کی گئی اور نہ مکئی کی خریداری کا کوئی انتظام اب تک کیا گیا۔

نو ہزار ٹن میں سے بچے ہوئے ۱۸ ہزار ٹن سفید جوار اور ۲ ہزار ٹن چھوٹے دانہ دار اجناس کو شامل کر کے خریف سنہ ۱۳۵۵ف کے تحت کل ۶۰ ہزار ٹن حیدرآباد سے دینے کا تصفیہ کیا گیا۔ بمبئی کو ۲۰ ہزار میسور کو ۲۰ ہزار اور مدراس کو دس ہزار۔ اس کے بعد میں ہمارے پاس کوئی تیس ہزار ٹن پیلی جوار بچ رہتی تھی اور اس کے علاوہ (۳۰۰۰) ٹن دوسری جوار اور چھوٹے دانہ دار اجناس تھے جو در اصل ہم کو گزشتہ ۱۳۵۴ف میں صوبہ جات اور ریاستوں کو فروخت کرنا چاہئے تھا۔ لیکن ان کے نہ خریدنے کی وجہ حکومت ہند نے ہم سے کہا تھا کہ بجز بمبئی اور مدراس کے ہم جہاں چاہیں بھیج دیں۔ لیکن اب تک ہم نہ بیچ سکے اس طرح کوئی (۳۰۵۰۰) ٹن غلہ لیا تھا جس کی نکاسی کا سوال ہمیں پریشان کر رہا تھا اور ہمیں فکر پڑ چلی تھی اور یہی خیال تھا کہ اس غلہ کو ملک میں ہی اگر بعض کم قیمتوں پر بھی ان کی نکاسی ممکن ہوگی۔ حضرات یہاں یہ سوال ضرور ہوگا اور ایک سے زیادہ مرتبہ محکمہ رسد پر اعتراضات کئے گئے کہ ہم نے ضرورت سے بہت زیادہ غلہ جمع کر لیا ہے جو کیڑوں کی غذا بن کر رہے گا۔ یہاں میں یہ یاد دلائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہماری ساری غذائی پالیسی کی کامیابی کا انحصار زیادہ تر ایسے اسباب پر ہے جن پر ہم کو کوئی قابو حاصل نہیں ہے۔ موسم باراں کا حال آپ نے ہمیشہ دیکھا نہ کسی کے مشورہ سے پانی برسایا جاتا ہے اور نہ کوئی بندھا ہوا پروگرام ہے کہ جیسی ضرورت ہو اور جب وقت ضرورت ہو بارش ہو اور جب ضرورت نہ ہو پانی نہ برسے۔ موسم بارش کے چار ماہ اکثر امید و بیم کے عالم میں گزرتے ہیں۔ جہاں ہماری زراعت ایسے غیر یقینی حالات میں ہوتی ہو وہاں کیا یہ قرین احتیاط و دانشمندی نہیں ہے کہ ہم اتنا کافی غلہ جمع کر رکھیں کہ ناگہانی ضروریات کے لئے ہم کو پریشانی نہ اٹھانی پڑے۔ گو جنگ ختم ہو چکی ہے لیکن ابھی اس کے اثرات باقی ہیں اگر ہمیں خدانخواستہ ضرورت پڑے تو نہ معلوم کافی مقدار کے ملنے میں کیا کیا دشواریاں آئیں۔ ان ہی کے پیش نظر آپ کے مشورہ کے بعد یہ طے کیا گیا تھا کہ کم از کم ایک لاکھ ٹن یا دس لاکھ پلہ سفید جوار کا ایسا ذخیرہ جمع رکھا جائے جو محفوظات کی شکل میں ہے۔ اور

باقی (صفحہ ۱۰)

صوبہ متحدہ میں لیگ کے خلاف ریشہ دوانیاں

مہاسبھا اور کانگریس کا اتحاد

لکھنؤ میں ۱۰ نومبر کو ایک ہندو طالب علم ترکی ٹوپی پہنے، داڑھی لگائے ایک پولنگ اسٹیشن کے سامنے سے گزرا۔ اس کے پیچھے ہندو طالب علموں کا ایک چھوٹا سا جلوس تھا۔ وہ بھی نعرے لگا رہے تھے اور مسلمانوں سے اپیل کرتے تھے کہ مسلم قوم پرست امیدوار کی امداد اور ووٹ دیں۔ کانپور میں کئی ہندو ایک پولنگ اسٹیشن پر گرفتار ہوئے۔ وہ مسلمان بن کر ڈاکٹر فاروقی کو ووٹ دینے گئے تھے۔ ۱۰ نومبر کو یو۔پی کے مسلم حلقوں سے مرکزی اسمبلی کے ممبروں کا انتخاب تھا۔ ابھی نتیجہ کا اعلان نہیں ہوا ہے مگر قوم پرست اخبارات اب یہ ماننے لگے ہیں کہ قوم پرست مسلمانوں کو ہر جگہ شکست ہوگی۔ اور یو۔پی کے تمام مسلم حلقوں سے لیگی امیدوار کامیاب ہوں گے۔

کانگریس کی انتخابی مہم کے بارے میں سب سے زیادہ قابل ذکر اور افسوسناک بات یہ ہے کہ کانگریسی کارکنوں نے جہاں سے ہر ہندو سبھائی یا ہندو سبھائی امیدوار کی مخالفت کچھ نہیں کی۔ اس کے برعکس یہ کہتے تھے کہ کانگریس بھی آزادی کے لیے ہندو سبھا کو ضروری نہیں سمجھتی۔ کانگریس اور ہندو سبھا میں اب کوئی فرق نہیں رہا۔ اگر یہ کہتے کہ کانگریس ایک ہندو جماعت ہے تو ہندو سبھا سے زیادہ کام کر سکتی ہے پھر ہندو سبھا کی ضرورت ہی کیا ہے؟ لیکن ہندو حلقوں میں کانگریس کو بڑی آسانی سے کامیابی ہوگی۔ چنانچہ کانگریسی لیڈروں نے اپنی ساری طاقت اور کوششیں مسلم حلقوں کے لئے وقف کر دیا۔ پنڈت نہرو، پنڈت پنت اور رفیع احمد قدوائی صاحب اور ان کے علاوہ بڑے بڑے چھوٹے موٹے لیڈروں نے صوبہ کے مختلف حلقوں کا دورہ کیا اور مسلمانوں سے اپیل کی کہ مسلم قوم پرستوں کو ووٹ دیں۔ یہ لوگ لیگ کو سامراج کا ایجنٹ اور پاکستان کو سارے ہندوستان اور خود مسلمانوں کے مفاد کے لئے مضر اور نقصان دہ بتاتے تھے۔ پنڈت جی نے تو ایک تقریر میں یہاں تک کہہ دیا کہ جناح صاحب داڑھی مونچھ منڈواتے ہیں، نماز نہیں پڑھتے، اپنے آپ کو مسلمان کہنے کا کیا حق ہے؟ لیکن سنہ ۱۹۳۶ء میں ہمارے کانگریسی لیڈر الکشن کے سلسلے میں جہاں تقریر کرتے تھے کہتے کہ مسلمان ووٹروں کو چاہیئے کہ لیگ کو ووٹ دیں۔

قوم پرست علما، خصوصاً مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا حفظ الرحمٰن نے لیگ کو بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ ہر جگہ انہوں نے یہی کہا کہ لیگ غیر اسلامی جماعت ہے اور جناح صاحب کے پاکستان میں اسلامی حکومت نہیں قائم ہو سکے گی۔ کیونکہ وہاں جمہوری نظام قائم ہوگا جس میں ہندو اور مسلمان دونوں کو ووٹ دینے کا حق ہوگا۔ کہیں کہیں وہ کہتے تھے کہ پاکستان سے صرف مسلم اکثریت کے علاقوں میں مسلمانوں کو فائدہ ہوگا مگر اقلیت والے صوبے کے مسلمانوں کو اس سے بہت نقصان پہنچے گا۔ اس سلسلہ میں ان علما کرام نے کمیونسٹ پارٹی کا ذکر خیر بھی کیا۔ مولانا مدنی نے فرمایا کہ کمیونسٹ دراصل روس کے ایجنٹ ہیں وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان پر روس کا اثر قائم ہو اور کراچی کی بندرگاہ روس کے حوالہ کر دی جائے۔

اس کے مقابلہ میں لیگی لیڈروں کی انتخابی تقریریں نسبتاً زیادہ سنجیدہ ہوتی تھیں۔ انہوں نے عام طور سے اس طرح کی گندگی اچھالنے کی کوشش نہیں کی۔

الکشن سے کچھ دن پہلے مسلم قوم پرستوں نے مسلمانوں میں مقبولیت حاصل کرنے کے لئے دو دھاری چال چلی۔ لیکن نتیجہ الٹا نکلا۔ ایک طرف تو قوم پرست اخباروں نے شور مچانا شروع کیا کہ شیعہ لیگ کے خلاف ہیں۔ انہوں نے شیعوں سے اپیل کی کہ چونکہ لیگ نے ان کے مطالبات منظور نہیں کئے تھے، اس لئے وہ مسلم قوم پرستوں کو ووٹ دیں لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سنی مسلمان قوم پرستوں کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھنے لگے دوسری طرف زیادہ تر شیعوں نے بھی لیگ کو ووٹ دیئے۔ کیونکہ شیعہ کانفرنس کے لیڈر علی ظہیر صاحب جو لیگ کے بڑے مخالف ہیں اور جن کو قوم پرست اخباروں نے اسٹار بنا رکھا تھا، شیعوں میں بالکل مقبول نہیں ہیں۔

قوم پرستوں کی دوسری چال تو اس سے بھی زیادہ تباہ کن ثابت ہوئی۔ انہوں نے سنیوں میں ہر دلعزیزی حاصل کرنے کے لئے یہ طے کیا کہ لکھنؤ میں مدح صحابہ پڑھنے کے لئے لاہور سے مسلمانوں کے جتھے بلائے جائیں۔ قوم پرستوں کا خیال تھا کہ اس سے لیگ بڑی کشمکش میں پڑ جائے گی۔ اور سنی مسلمان لیگ کا ساتھ چھوڑ کر قوم پرستوں کے ساتھ ہو جائیں گے مگر قوم پرستوں کی ان بچکانہ حرکتوں سے سنی مسلمانوں کو اور زیادہ نفرت ہو گئی اور شیعہ مسلمان تو ان سے بالکل ہی الگ ہو گئے۔

انتخاب کے دن کا سماں دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ لیگ کے کیمپ میں بڑا جوش و خروش اور چہل پہل تھی۔ ہزاروں رضاکار دوڑ دھوپ کر رہے تھے اور صبح ہی سے کارکنوں اور ووٹ دینے آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ قوم پرستوں کے کیمپ میں خاک اڑ رہی تھی۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ چند ہندو رضاکاروں کے سوا کہیں کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ سڑکوں پر لیگی نوجوانوں اور بچوں کے چھوٹے چھوٹے جلوس "مسلم مسلم ایک ہو" کا نعرہ لگاتے ہوئے گشت کر رہے تھے۔ وہ گلیوں کے موڑ پر جلسے کرتے، پاکستان کی تشریح کرتے اور مسلم لیگ کے لئے ووٹ مانگتے تھے۔ دوسری طرف ہندو طلبا اپنی چوٹیوں کو ترکی ٹوپیوں میں چھپائے ہوئے قوم پرست مسلمانوں کے لئے کام کر رہے تھے۔ ایک کانگریسی رہنما کہتے تھے "مجھ سے یہ سب نہ پوچھئے مسلمانوں کا ووٹ حاصل کرنے کے لئے مجبوراً یہ سب کرنا ہی پڑتا ہے"۔

دوپہر تک سب لوگ سمجھ گئے کہ لیگی امیدواروں کی کامیابی یقینی ہے۔ یہ دیکھ کر قوم پرست کارکنوں نے طرح طرح کی افواہیں پھیلانی شروع کیں۔ کوئی کہتا آغا خاں نے مسلمانوں سے کانگریس کا ساتھ دینے کو کہا ہے۔ کسی نے یہ خبر پھیلائی کہ حسین بھائی لال جی نے دو سو ووٹوں کی اکثریت سے مسٹر جناح کو شکست دے دی ہے۔ لیگیوں نے بھی افواہیں اڑانی شروع کر دیں کہ مولانا آزاد نے کانگریس سے استعفیٰ دے دیا۔

جیسے جیسے وقت گزرتا گیا قوم پرست مسلمانوں کا غصہ بڑھتا گیا۔ ان کے بہت سے ہندو کارکن تو یہ رنگ دیکھ کر ایسے غائب ہوئے کہ پولنگ اسٹیشن سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ کئی جگہوں میں پولنگ اسٹیشنوں کے پاس مارپیٹ بھی ہوئی۔

ووٹنگ ختم ہونے کے بعد لیگی رضاکار جلسے جلوس کرنے اور تقریریں کیں جیسی انہوں نے صاحب کہا کہ مسلمانوں نے پنڈت نہرو کے

(باقی صفحہ پر)

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تبصرہ:-

این، ڈبلیو، ریلوے کے مزدوروں کو زمین پر سوتی پرستوں کا تحفہ؟ معلوم ہوا ہے کہ یونین کے نام نہاد لیڈروں نے پنجاب اسمبلی کی ایک نشست کا ٹکٹ رائے بہادر رام جی لال کپور کے ہاتھ چالیس ہزار روپے میں فروخت کر دیا ہے۔ رائے بہادر ایک بڑے تاجر ہیں اور انہیں مزدور تحریک سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ (نیا زمانہ)

پنڈت کاشی ناتھ راؤ ویدیہ اسٹیٹ پیپلز کانفرنس کے اجلاس میں شرکت کے لئے جو پنڈت جواہر لال نہرو کی صدارت میں منعقد ہو رہا ہے اودے پور جا رہے ہیں (ایک خبر)

پنڈت ویدیہ نے ایک طرف مولانا ابو الحسن سید علی سے مفاہمت کی اور دوسری طرف بیرونی تحریکات میں بھی شریک ہیں۔ کیا مفاہمت کے بعد بھی بیرونی تحریکات کے مسموم اثرات سے حیدرآباد محفوظ نہیں؟

ڈاکٹر مسز سی، آر، ریڈی ایک تقریر میں فرماتے ہیں کہ:-

کانگریس کے انتخابی منشور میں پنڈت جواہر لال نہرو اور گاندھی جی کی متضاد ذہنیت اور خیالات کا ملاپ ہے۔ پنڈت نہرو چاہتے ہیں کہ وقت کے ساتھ ساتھ چلیں اور گاندھی جی کا اصرار ہے کہ وقت ان کے ساتھ ساتھ چلے۔

اور ہندوستان کے باشندوں پر غالب کا یہ قول صادق آتا ہے۔

؎ چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

ہالینڈ کی حکومت انڈونیشیا کو ہوم رول دینے پر رضامندی کا اظہار کر رہی ہے۔ (ایک خبر)

یہ ہوم رول آئین ویسٹ منسٹر کے تحت دیا جائے گا۔

ماسکو پہنچتے ہی مسٹر بیون وزیر خارجہ برطانیہ نے اعلان کیا کہ برطانیہ اپنے ملک کی مابعد جنگ تنظیم کے علاوہ دوسرے ممالک کی بحالی میں بھی مدد دینا چاہتا ہے۔ برطانیہ تعمیری کام میں اپنا پورا حصہ ادا کرنا چاہتا ہے۔ (رائٹر)

ع۔ سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے!

کلکتہ کے سرمایہ داروں نے پنڈت جواہر لال نہرو کو ایک لاکھ کا چیک دیا (ایک خبر)

پھر ترقی پسند سردار جعفری نے ٹھیک ہی کہا تھا

؎ جھونپڑوں سے نکلے پر یہ بازاروں میں آکے بکے
جھونپڑوں میں ان کے بیٹے جیب و داماں دیکھتے

ابھی کل تک جنہیں تم خود ہی سولی دینے والے تھے
یہ کیا ہے کہ آج ان غداروں کی ارباب تم ہو؟

گاندھی جی اپنے قیام کلکتہ کے دوران میں سبھاش بوس کے مکان بھی جائیں گے۔ (اسوسی ایٹڈ پریس)

سنہ ۱۹۳۹ء میں گاندھی جی اور ان کے رفقاء نے سبھاش بوس کے ساتھ جو سلوک کیا تھا اس کو یاد کر کے اکثر لوگ کہہ رہے ہیں۔

مرنے کے بعد آئے وہ بہر مزار
پتھر پڑے صنم ترے ایسے پیار پر

حیدرآباد کے شعراء کے کلام کا ایک مجموعہ "پیمانے" کے نام سے شائع ہوا ہے اس مجموعہ میں "مزدور دوشیزہ" کے عنوان کے تحت ایک نظم (رومان) کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ حسن اتفاق دیکھئے کہ یہی نظم اکتوبر سنہ ۱۹۴۳ء کے "گداز" میں عزیزہ دہوکی بی اے۔ ال ال بی کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ علمی حلقوں میں اس "توارد" پر چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ (ایک خبر)

دیکھا آپ نے حیدرآباد میں کیسے کیسے ترقی پسند شاعر پیدا ہو رہے ہیں! اور خوبی یہ ہے کہ سوویٹ روس نے صرف مادی اشیاء کی ملکیت کو مشترکہ قرار دینے کی کوشش کی تھی مگر ہمارے ترقی پسند شعراء نے تو ادبی کارناموں کو بھی مشترکہ ملکیت قرار دے دیا۔

اسی مجموعہ میں جو "پیمانے" کے نام سے شائع ہوا ہے ایک ترقی پسند شاعر ایک نظم میں فرماتے ہیں:

خدا، تصور کی ایک غلطی
خدا، بصیرت کی نارسائی

یہ سمجھ ہماری کچھ میں نہیں آیا کہ معاصر "زمیندار" کو "کیوں" خارش ہے۔

یہ اصول بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ نمائندگی کا معیار صرف ان نشستوں کی تعداد کو جو کسی پارٹی نے حاصل کی ہوں سمجھا جائے بلکہ رائے دہندوں کے ووٹوں کی تعداد جو انہوں نے استعمال کئے ہوں نمائندگی کا حقیقی معیار ہونا چاہئے (پیام)

مگر قاضی صاحب کا منشا تو صرف اس وقت پورا ہو سکتا ہے جبکہ نشستوں کی ضبطی کو نمائندگی کا حقیقی معیار قرار دیا جائے۔

مجلس عاملہ کانگریس ایک پنج سالہ عمل تیار کر رہی ہے جس میں کاشتکاروں کو ساہوکاروں کے پنجہ سے آزاد کرانے کی تجویز بھی شامل ہے (ایک خبر)

چنانچہ کانگریس اپنے اسی عزم کی پیش رفت میں سی پی کے سیٹھ گوبند داس کو اور سندھ سے سیٹھ سکھ دیو کو اپنے ٹکٹ پر انتخابات میں کھڑا کر رہی ہے اور ایسے کئی سرمایہ دار کانگریس کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ قول و فعل کی مطابقت اس کو کہتے ہیں۔

برطانیہ اور امریکہ کے اکثر باشندے کہتے ہیں کہ جرمنی کے باشندے ایک نئے لیڈر کے انتظار میں ہیں۔

آجکل مسٹر چرچل کو بہت فرصت ہے۔

قواعد جلسہ ہائے عام میں ترمیم

"رعایا کو اپنے خیالات اور تمناؤں کے اظہار میں سہولتیں"

حالات موجودہ سرکار عالی میں عام جلسوں کے انعقاد کے متعلق احکام نافذہ میں تخفیف کا مسئلہ کچھ عرصہ سے حکومت سرکار عالی کے زیر غور تھا۔ لیکن جنگ سے پیدا شدہ ہنگامی صورت حال کے باعث جن کی وجہ سے ریاست کے اہم اور ضروری مفاد کی خاطر عوام کے اجتماعوں پر نگرانی رکھنا ضروری تھا۔ اب ایک حد تک باقی نہیں لہذا حکومت سرکار عالی نے فیصلہ کیا ہے کہ گو عام جلسوں کے انعقاد پر سے جملہ پابندیوں کو پورا طور پر برخاست کر دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ جنگ کی وجہ سے جو حالات پیدا ہوئے تھے وہ اب بھی موجود ہیں تاہم اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ آزادی تقاریر پر اسی قدر پابندی قائم رکھی جائے جس قدر کہ اب تک عائد کی جاتی رہی ہے۔ نیز بہ تعمیل فرمان خسروی صادر شدہ ۲۹ جمادی الاول ۱۳۵۹ھ جس میں عوام کے ایک ذمہ دارانہ پلیٹ فارم کے قیام کی ترغیب دلانے کے متعلق حکم شرف صدور لایا ہے، حکومت سرکار عالی اس بات کی خواہاں ہے کہ اعلیٰ حضرت بندگان عالی مدظلہم کی رعایا کے خیالات اور تمناؤں کے ذمہ دارانہ اظہار کے لئے سہولتیں بہم پہنچائے۔ اسی مقصد کے پیش نظر حکومت سرکار عالی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ حدود بلدہ میں اور تمام شہروں میں جو کہ ضلع اور تعلقہ کے مستقر ہوں عام جلسوں کے بانی قبل از قبل اجازت حاصل کئے بغیر حسب ذیل شرائط پر جلسے منعقد کر سکیں گے۔

(الف) بلدہ حیدرآباد میں یا ضلع یا تعلقہ کے مستقر پر عام جلسہ منعقد کرنا مطلوب ہو تو کوتوال بلدہ یا اول تعلقدار ضلع کو جیسی کہ صورت ہو موجودہ قواعد (جو بہ شکل گشتی نشان (۱۵ / ۹-۹) مورخہ ۲۷ امرداد ۱۳۴۸ف شائع ہوئے ہیں) کے فارم "الف" پر اس کی تحریری اطلاع دیجائے۔

(ب) کوئی عام جلسہ جس کے صدر نشین یا بانیان یا مقررین رعایا سرکار عالی سے نہ ہوں منعقد نہ ہوگا تاوقتیکہ اس کی تحریری اجازت حکومت سرکار عالی سے قبل از قبل حاصل نہ کر لی گئی ہو۔ اس قسم کا عام جلسہ منعقد کرنے کی اجازت حاصل کرنے کے لئے درخواست موجودہ قواعد ہائے جلسہ عام کے فارم (ب) پر بلدہ کی صورت میں کوتوال بلدہ کو اور مستقر ضلع یا تعلقہ کی صورت میں اول تعلقدار کے پاس بھیجی جائے گی۔

(ج) سیاسی نوعیت کے امور پر بحث کے لئے کوئی عام جلسہ مذہبی عمارتوں یا عبادت گاہوں میں منعقد نہ ہوگا اور نہ کوئی مذہبی تقاریب یا مذہبی امور پر بحث و مباحث کے لئے استعمال کی جائے گی۔

(د) کوتوال بلدہ یا اول تعلقدار جیسی کہ صورت ہو کسی ایسے جلسہ کے متعلق جو فقرہ (الف) کے تحت آتا ہو اگر ان کی رائے میں اس امر کا احتمال ہو کہ اس سے امن عامہ متاثر ہو یا اعلیٰ حضرت بندگان عالی مدظلہم یا سرکار عالی یا ملک معظم یا برطانوی ہند یا کسی دیسی ریاست میں جائز طور پر قائم شدہ حکومت کے خلاف خیالات نفرت یا حقارت یا بدخواہی پیدا ہوں گے یا باشندگان عالی اعلیٰحضرت مدظلہم یا ملک معظم کی رعایا کے مختلف فرقوں کے مابین عداوت یا نفرت پیدا ہوگی تو وہ اپنی رائے کے وجوہات مثل میں درج کرکے جو جلسہ کے انعقاد کی ممانعت کر سکیں گے۔ ایسے ممانعتی کسی حکم کے خلاف معتمد عدالت و کوتوالی و امور عامہ میں مرافعہ ہو سکے گا اور مرافعہ کے انفصال تک عام جلسہ منعقد نہیں کیا جائے گا۔

(ھ) یہ احکام کسی ایسے عام جلسہ سے متعلق نہ ہوں گے جو قانون موضوعہ یا کسی اور صریح قانونی اقتدار کے تحت منعقد ہوتا ہو یا جو کسی ملازم سرکار عالی یا صدر بلدیہ حیدرآباد کے حکم کے تحت منعقد ہوتا ہو یا جو ایسا مجمع ہو جو کلیۃً شادی یا جنازہ کے تعلق سے جمع ہوا ہو یا جو کوئی عام جلسہ یا اقسام جلسہ ہائے عام ہو جو حکومت سرکار عالی کے عام یا خاص حکم کی بنا پر قواعد جلسہ ہائے عام سے مستثنیٰ کیا گیا ہو۔

ایسے عام جلسوں کے متعلق جو بلدہ یا ایسے شہروں کے علاوہ جو ضلع یا تعلقہ کے مستقر نہ ہوں کسی اور مقام پر منعقد کئے جائیں فارم الف پر اطلاع دینے یا اجازت سرکار عالی حاصل کرنے کے لئے فارم (ب) پر درخواست پیش کرنے کے متعلق موجودہ قواعد جلسہ ہائے عام نافذ رہیں گے۔

جلسہ ہائے عام کے موجودہ ضابطہ میں ترمیم کا یہ اعلان کرتے ہوئے حکومت سرکار عالی بانیان جلسہ ہائے عام کی طبعو کے امن اور پابندی قانون کے ساتھ منعقد کئے جانے کے متعلق ذمہ داری کو ان کے ذہن نشین کرانا چاہتی ہے۔ ان جلسوں میں ایسے مضامین کو موضوع بحث نہیں بنانا چاہئے جن سے احتمال ہو کہ امن عامہ متاثر ہوگا یا علاوہ کے مختلف فرقوں کے مابین عداوت یا نفرت پیدا ہوگی۔ حکومت سرکار عالی کو اس کا یقین ہے کہ جو عوام اس بات اور اس کے لوگوں کی پرامن ترقی کے متعلق اپنا سچا اور حقیقی احساس ذمہ داری کے ساتھ عوام کے پلیٹ فارم کو قائم کرنے یعنی تقاریر کے ذمہ دارانہ ہونے کی روایت کو قائم کرنے میں کامیاب ہوں گے تو اس سلسلے میں حکومت سرکار عالی کے ساتھ تعاون عمل کرے گی (محکمہ اطلاعات)

امدادِ باہمی کے ذریعہ عظیم تر حیدرآباد کی تعمیر

از

جناب سید اصغر حسین صاحب بی۔ اے آنرس ایچ۔ سی۔ ایس

(۲)

اس نظام میں عوام کو محافظ اور امین کی حیثیت سے پیدائش دولت کے تمام وسائل مملکت کے قبضہ میں رہتے ہیں اور افراد کو اس کی اجازت نہیں دی جاتی کہ وہ ان ذرائع کو اپنی ملک بنا کر ان سے نفع اندوزی کا کام لیں۔ لیکن وہ افراد کو اس سے منع نہیں کرتا کہ وہ اپنے گاڑھے پسینہ سے کمائی ہوئی دولت سے بھی لطف اندوز ہوں۔ ہر شخص کو اس کی اجازت حاصل ہوتی ہے کہ غذا، لباس، سواری، مکان اور اسی قسم کی دیگر اشیاء کو وہ اپنے قبضہ میں رکھے اور حسب دلخواہ ان سے استفادہ کرے۔ اس نظام میں ایک شخص اپنی کمائی ہوئی آمدنی بچا سکے تو تھوڑے روپے سے ایک کے بجائے دو موٹر گاڑیاں، اس کے بجائے تین جوڑے کپڑے یا دو کے بجائے چار جوڑ بوٹ تو خرید سکتا ہے لیکن اس کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ ان اشیاء کے کارخانے قائم کرے دوسروں کے ہاتھ ایک کثیر نفع پر اس کو فروخت کرے۔ مختصر یہ کہ ایک سوشلسٹ نظام میں پیدائش دولت کے تمام وسائل مثلاً زمین، کارخانے، ریلیں، ذرائع حمل و نقل اور اسی قسم کی دیگر تمام چیزیں افراد کے بجائے مملکت کے توسط سے پوری قوم کی ملک ہوتی ہیں اور ان سے جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ ان کے جیبوں میں جاتا ہے جو تعمیری محنت کرتے ہیں۔

یہ غلط ہے کہ نظام اشتراکیت ملکیت کے تصور کی بالکل نفی کرتی ہے بلکہ وہ ان اشیاء کے مابین جو افراد کو رکھنا چاہئے اور ان اشیاء کے درمیان جن کو مملکت کی ملک ہونا چاہئے اس اصول پر ایک خط امتیاز قائم کر دیتا ہے کہ پیدائش دولت کے وسائل تو مملکت کے ہاتھ میں رہیں اور بقیہ تمام اشیاء جن سے دولت پیدا کرنے کا کام نہیں لیا جا سکتا افراد کے قبضہ میں رہیں۔ نظام سرمایہ داری میں پیدائش دولت کا حاصل صرف چند افراد کا نفع ہے اور اسی اصول پر تمام کاروبار انجام دیئے جاتے ہیں اس کے برخلاف نظام اشتراکیت کا مقصد عام انسانیت کی خدمت ہے اور تمام کاروبار کی تنظیم اسی اصول پر عمل میں آتی ہے ایک سوشلسٹ اسٹیٹ میں چونکہ تمام کارخانے اور فیکٹریاں حکومت کے زیر انتظام کام کرتی ہیں اس لئے صنعت و تجارت دونوں نفع اندوزی کے جذبہ سے پاک ہوتے ہیں۔ وہاں اشیاء مایحتاج کی قیمتیں اس اصول کے تحت مقرر کی جاتی ہیں کہ اقل ترین آمدنی والا انسان بھی ان سے استفادہ کر سکے اور سوائے خام مال کی قیمت مزدوروں کی اجرت اور معمولی انتظامی مصارف کے ان پر کوئی نفع حاصل نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے نہ تو وہاں بیروزگاری کا خطرہ پیدا ہوتا ہے اور نہ گرانی رونما ہوتی ہے کہ عوام کو اشیاء مایحتاج کی عدم دستیابی کی وجہ سے فاقہ کشی میں مبتلا ہونا پڑے۔ ایک سرمایہ دار ملک میں اسٹیٹ کو اس سے کوئی مطلب نہیں کہ اشیائے مایحتاج عوام کو میسر آرہی ہیں یا نہیں اور جن قیمتوں پر وہ بازار میں فروخت ہو رہی ہیں وہ کم ہیں یا زیادہ لیکن ایک سوشلسٹ اسٹیٹ میں اشیاء کی پیدائش اور فروخت دونوں پر اس کی نگرانی رہتی ہے تاکہ عوام کو زیادہ سے زیادہ اشیاء مایحتاج میسر آسکیں۔ اور ان کا معیار زندگی بلند ہو۔

یہ ہے ایک مختصر سا خاکہ نظام اشتراکیت کا اور اس میں شک نہیں کہ اس معاشی نظام کے تحت سوویٹ روس کے نظام نے گزشتہ تیس پینتیس سال میں جو ترقی کی ہے یا جس طرح عوام کے افلاس و بیروزگاری کا مسئلہ اس نے حل کیا ہے اس کی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی۔ چنانچہ یہی وہ اسباب ہیں کہ اس وقت دنیا کے تمام متمدن ممالک حتیٰ کہ امریکہ اور انگلستان جیسے سرمایہ دار ملک بھی سنجیدگی سے اس نظام کی افادیت پر غور و خوض کر رہے ہیں اور اس کے اصولوں کی روشنی میں اپنے معاشی نظام میں تبدیلیاں پیدا کرنے کی سوچ رہے ہیں۔ خاص طور پر انگلستان تو اس معاملہ میں بہت کافی آگے بڑھ چکا ہے اور اس وقت وہ بلاشبہ سوشلسٹ ہے۔ لیکن اس کے باوجود میری یہ رائے ہے کہ ابھی ہندوستان میں وہ ماحول پیدا نہیں ہوا جو اس نظام کی کامیابی کے لئے ضروری ہے۔ میرے اس بیان سے کہیں آپ یہ نتیجہ اخذ نہ فرمائیے گا کہ میں ذاتی طور پر اس نظام معیشت کا مخالف ہوں یا اس کی افادیت کا قائل نہیں۔ ایک عملی انسان کی حیثیت سے میری یہ قطعی رائے ہے کہ ہندوستان اور حیدرآباد میں ابھی وہ ماحول پیدا نہیں ہوا جس میں اشتراکیت کو کامیابی ہو سکے۔ محض ایک علمی مباحثہ کی حیثیت سے چند پڑھے لکھے لوگوں کا اس پر گفتگو کرنا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا لیکن موجودہ حالات میں اگر اس کو اختیار کرنے کی کوشش کی گئی تو اس میں نہ صرف ناکامی ہوگی بلکہ غیر معمولی پیچیدگیاں بھی پیدا ہو جائیں گی۔

نظام امداد باہمی ہمارے مسائل کا حل ہے

ہمارے ملک کے مخصوص حالات میں نہ تو نظام سرمایہ داری ہمارے مسائل کا صحیح حل ہو سکتا ہے اور نہ نظام اشتراکیت۔ نظام سرمایہ داری نے نہ تو اب تک دنیا کے کسی اور ملک میں عوام کا مسئلہ حل کیا ہے اور نہ وہ ہمارے ہی ملک میں اس مسئلہ کو حل کر سکتا ہے بلکہ حقیقی معنوں میں عوام کے ۹۰ فیصدی مصائب کی ذمہ داری براہ راست خود اسی نظام پر عاید ہوتی ہے۔ اشتراکیت کے لئے ابھی ماحول تیار نہیں ہے اور خود وہ لوگ اشتراکیت کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہیں جن کو اشتراکیت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ ان حالات میں ہمارے لئے سب سے زیادہ مفید اور قابل عمل حل صرف نظام امداد باہمی ہے اور اگر ہمارا ملک اس نظام کو من حیث الکل اختیار کرے تو ہم اس کے ذریعہ سے بہ آسانی اپنے عوام کو ان کے مصائب سے نجات دلا کر ایک عظیم تر حیدرآباد کی تعمیر کر سکتے ہیں۔

اس نظام معیشت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ نہ تو اس میں سرمایہ داری کی ہوس کاریاں ہیں اور نہ نظام اشتراکیت کی وہ سختیاں جو ابتداء میں عوام کو برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ اور جن کے بغیر وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جہاں ایک طرف اس میں جذبہ نفع اندوزی پر چند معتدل پابندیاں عاید کر دی گئی ہیں اور تقسیم دولت کی چند ایسی صورتیں پیدا کر دی گئی ہیں وہاں

دوسری طرف خانگی سرمایہ کو بھی کہ اس کی آزادی دی گئی ہے کہ وہ کاروبار میں بلا روک ٹوک حصہ لے سکے بشرطیکہ اس کا مطمح نظر ایک معین مقدار سے زیادہ نفع حاصل کرنا نہ ہو بالفاظ دیگر اس میں سرمایہ تو خانگی افراد کے ہاتھوں میں رہنے دیا گیا ہے لیکن نفع اندوزی کے جذبہ پر چند ایسی پابندیاں عاید کر دی گئی ہیں جس سے سرمایہ محنت کا استحصال ناجائز نہ کر سکے۔ نظام سرمایہ داری میں محنت سرمایہ کی غلام رہتی ہے اور نظام اشتراکیت میں سرمایہ محنت کے تابع ہوتا ہے۔ لیکن اس نظام میں نہ تو سرمایہ کو اس کا موقع حاصل ہے کہ وہ محنت کا استحصال ناجائز کر سکے اور نہ محنت نے سرمایہ کو میدان سے ہٹا دیا ہے بلکہ دونوں کو مساوی اساس پر ایک دوسرے کا شریک کار بنا دیا گیا ہے اور دونوں کے درمیان منافع کی تقسیم کے لئے ایک منصفانہ اصول مقرر کر دیا گیا ہے نظام سرمایہ داری کے برخلاف اس نظام کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ صارف اور پیدا کنندہ کے درمیان تیسرے طبقہ کی موجودگی غیر ضروری سمجھتا ہے۔ یہ سراسر غلط ہے کہ نظام امداد باہمی ملکیت اور جائداد کے تصور کی نفی کرتا ہے یا مفادات حاصلہ یا اجارہ داری کو یک لخت ختم کر دیتا ہے البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ حرص و ہوس اور نفع اندوزی کا دروازہ بند اور چند تحدیدات کے ذریعہ ان کو روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ اس نظام میں جس طرح ایک معتدل حد تک عوام کی خوشحالی اور مرفہ الحالی کے اسباب پیدا کئے گئے ہیں اسی طرح ان کی روحانی اور اخلاقی نشو و نما کا بھی پورا خیال رکھا گیا ہے اور ہر قدم پر انسانی اخوت اور مساوات نیکی و ہمدردی کی تعلیم دی گئی ہے۔ بحیثیت مجموعی اس نظام میں وہ تمام صلاحیتیں موجود ہیں جو کسی خاص قوم یا انسانوں کے ایک مخصوص گروہ کو ساجی اور معاشرتی حیثیت سے ایک بلند مرتبہ پر پہنچانے کے لئے ضروری ہیں۔ جہاں تک ملک کی کلیدی صنعتوں کا تعلق ہے میرا یہ ایقان ہے کہ ان کو قطعی طور پر مملکت کی ملک ہونا چاہیئے اور ان کو براہ راست حکومت کی نگرانی میں کام کرنا چاہیئے۔ کیونکہ کلیدی صنعتوں اور پیدائش دولت کے خاص خاص وسائل پر اگر چند اشخاص یا ایک چھوٹے سے طبقہ کا قبضہ ہو جاتا تو پھر دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا اخلاقی اور روحانی نظام بھی عوام کی حالت کو بہتر نہیں بنا سکتا لیکن جہاں تک تجارت، زراعت اور دیہی و گھریلو صنعتوں کا تعلق ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس مستولیت اور صلاحیت سے نظام امداد باہمی کے ذریعہ ان کی تنظیم عمل میں آسکتی ہے یا ان کو پورے ملک کے لئے زیادہ سے زیادہ منفعت بخش بنایا جاسکتا ہے اس کی مثال کوئی دوسرا نظام پیش نہیں کر سکتا جیسا کہ خصوصی حالات میں یہ نظام صرف کسانوں، صناعوں اور دیگر پسماندہ طبقوں کے دکھ درد کا ایک بہترین علاج ہو سکتا ہے بلکہ بقیہ آبادی کے مسائل کا حل بھی اس میں موجود ہے بشرطیکہ ہم روزمرہ زندگی کی تنظیم اس کے تحت کرنے پر آمادہ ہو جائیں اور من حیث ایک نظام کے اسی کو اختیار کرلیں۔

نظام امداد باہمی کے متعلق چند غلط فہمیاں

اس نظام کی صحیح قدر و قیمت کے جانچنے کے لئے اور اس کو پوری طرح سمجھنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس موقع پر آپ ان چند اعتراضات کی تفصیلات بھی سن لیں جو عام طور سے اس نظام پر کئے جاتے ہیں۔ تاکہ ایک طرف تو آپ پر اس نظام کے مضمرات واضح ہو جائیں ؎؎

؎؎ اور دوسری طرف آپ ان محرکات سے واقف ہو جائیں جو بالعموم ان اعتراضات کی پشت پر کام کرتے ہیں۔

(باقی دارد)

کانگریس اور مفادات حاصلہ

ٹائمز آف انڈیا میں رام پرکاش راہی کا ایک مراسلہ شائع ہوا ہے جس میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ:- مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں کانگریسی امیدواروں کی ایک کافی تعداد بلامقابلہ منتخب ہو گئی۔ یہ واقعہ اہمیت سے خالی نہیں۔ دس سال پہلے جب انتخابات عمل میں آئے تھے تو مرکزی اسمبلی میں کانگریس کو بہت کم نشستیں حاصل ہوئی تھیں اور صوبہ واری مجالس مقننہ میں ان کی اکثریت تھی مگر اب یہ تناسب الٹ جائے گا۔ (یعنی صوبہ واری مجالس مقننہ میں کانگریس کو بہت کم نشستیں حاصل ہوں گی) گزشتہ دس سال کے واقعات نے مفادات حاصلہ کو کانگریس کی حمایت پر آمادہ کر دیا ہے۔ مفادات حاصلہ کی جو چھوٹی چھوٹی جماعتیں تھی وہ برخاست ہو گئیں اور یہ ساری جماعتیں کانگریس میں ضم ہو گئیں۔ صوبہ بمبئی کے زمینداروں کی انجمن نے ابھی حال میں کانگریس کی تائید میں ایک قرارداد منظور کی اور انتخابات میں کانگریس کی حمایت کا وعدہ کیا۔ بہار، مدراس اور صوبہ متوسط کے زمینداروں کی انجمنوں نے بھی یہی طرز عمل اختیار کیا۔ بہار زمینداروں نے دس سال قبل وائسرائے سے درخواست کی تھی کہ انہیں کانگریس سے بچایا جائے۔ زمینداروں کے حلقہ انتخاب میں کانگریس کو بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ تجارتی اور صنعتی مفادات بھی اب کانگریس کے ساتھ ہیں ملک کا کوئی ایوان تجارت ایسا نہیں جو کانگریس کی حمایت میں نہ ہو۔ اس طرح مفادات حاصلہ کا کانگریس میں انضمام عمل میں آچکا ہے اور یہ مفادات حاصلہ کانگریس کے انتخابی فنڈ میں دل کھول کر روپیہ دے رہے ہیں۔ اس کامیابی پر کانگریسی اخبارات خوشیاں منا رہے ہیں مگر وہ لوگ جو آزادی کے طلب گار ہیں سوچ رہے ہیں کہ کانگریس پر مفادات حاصلہ کے تسلط کا کیا نتیجہ ہوگا۔

غنڈہ پن کون کر رہے ہیں؟

مسٹر ناظم الدین سابق وزیر اعظم بنگال نے اپنے ایک بیان میں مرکزی مقننہ کے حالیہ انتخابات کے دوران میں مسلم لیگیوں کی ہنگامہ پسندی کی اطلاعات پر اس طرح تبصرہ کیا ہے:- اگر فی الحقیقت مسلم لیگیوں سے ایسا کوئی عمل وقوع میں آیا ہے تو مجھ سے زیادہ کوئی اور اس عمل کی مذمت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جو افعال مسلم لیگ کے وقار کو مجروح کرسکتے ہوں ان کی مذمت میں مجھے کوئی پس و پیش نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں اس واقعہ کے اظہار پر مجبور ہوں کہ ایسے اکثر حالات کانگریسی ایجنٹوں کی اشتعال انگیزی کا نتیجہ تھے جن کے مقاصد دو تھے۔ پہلا مقصد تو انگریزی اور مسلم لیگ کو بدنام کرنے کی کوشش اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ خواہ مخواہ ایک ایسی فضا پیدا کی جائے کہ حکومت جلسوں پر امتناع عائد کرنے پر مجبور ہو جائے اور اس طرح مسلم لیگ کو ووٹروں سے محروم کر دیا جائے۔ ان لوگوں کو بالواسطہ مدد ملے جن کا مقصد یہ ہے کہ نام نہاد قوم پرست مسلمانوں کو عوام کی مدد لا کر انہیں ناکامی سے بچا لینے کی کوشش کی جائے۔

بقیہ صفحہ اول

مسٹر جناح نے اپنے حالیہ بیانات میں ایک اور مطالبہ پیش کیا ہے۔ یہ واضح ہے کہ مسٹر جناح اس امر کی طرف اشارہ کرتے رہے ہیں کہ پاکستان پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ، بلوچستان، بنگال اور آسام پر مشتمل ہوگا۔ لیکن اب وہ صاف و صریح الفاظ میں یہ چاہتے ہیں کہ ان صوبوں کی موجودہ سرحدوں کو پاکستان کی سرحدیں قرار دیا جائے۔ مسٹر جناح موجودہ سرحدوں "پر زور دے رہے ہیں۔ اگر پاکستان وجود میں بھی آ جائے تو بنگال اور آسام کے ہندو اضلاع اور پنجاب کے سکھ اضلاع پاکستان میں شریک ہونا پسند نہیں کریں گے۔ کیا مسٹر جناح کا یہ مشورہ کہ رضاکارانہ طور پر آبادی کا تبادلہ کیا جائے اس دشواری کو حل کر سکے گا۔ وزیر ہند نے اپنے بیان میں ان مسائل کا ذکر نہیں کیا۔ حکومت برطانیہ انتخابات کے نتائج کا انتظار کر رہی ہے۔ لارڈ ویول نے کلکتہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ حکومت برطانیہ چاہتی ہے کہ ہندوستان کے باشندے آزادی حاصل کریں اور وہ اپنے پسند کی ایک یا ایک سے زیادہ حکومتیں تشکیل دیں۔ دہلی کے کمیونکے میں بھی یہ واضح کیا گیا ہے کہ وائسرائے سے کانگریسی لیڈروں کی ملاقات کا خشا ایک طرح سیاسی گفت و شنید نہیں۔ اس طرح حکومت برطانیہ اپنے عزائم کو ظاہر کرنے سے اجتناب کر رہی ہے۔

(ٹائمز آف انڈیا)

بقیہ صفحہ (۵)

چیلنج کا جواب دے دیا ہے۔ لیگ کو زبردست کامیابی ہوئی ہے۔ اب ہمیں ان مسلمانوں میں کام کرنا چاہیئے جنہوں نے لیگ کو ووٹ نہیں دیا۔ وہ بھی ہمارے بھائی ہیں۔ آج وہ غلط راستے پر ہیں مگر ان کو سیدھے راستے پر لانا ہمارا کام ہے۔" بمبئی گفتگو میں کانگریسی بنا مسلمانوں اور خصوصاً مسلم قوم پرستوں کو بہت بُرا بھلا کہتے ہیں۔ ایک کانگریسی لیڈر نے صاف کہا کہ "ان مسلم قوم پرستوں نے ہمیں بے وقوف بنایا ہے۔ انہوں نے ہمیں کانگریس کے نام پر امیدوار کھڑا کرنے نہیں دیا۔ ہم سے روپیہ بھی لیا۔ آدمی بھی لئے اور بری طرح ہار بھی گئے۔ لوگ یہ کہتے ہیں کہ کانگریس ہار گئی۔ آئندہ ہمیں صاف صاف کانگریس کے نام پر الکشن لڑنا چاہیئے" ایک کانگریسی لیڈر نے بتایا کہ انہیں مسائل پر غور کرنے کے لئے بند جا جیل میں مولانا آزاد کی موجودگی میں کانگریسی کارکنوں کا ایک جلسہ بھی منعقد ہوا تھا اسی جلسے میں یہ طے ہوا کہ "مسلم نشستوں میں سے قوم پرست مسلمان چالیس نشستوں کے لئے امیدوار نامزد کریں گے۔ اسی جلسہ میں کچھ لوگوں نے یہ شکایت کی کہ مسلم قوم پرستوں کے الکشن میں بہت روپیہ ضائع ہوتا ہے۔ مثلاً بتایا گیا کہ ابھی تک ایک لاکھ روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ دوسری شکایت یہ کی گئی کہ مسلم قوم پرست سیاست کا بالکل ذکر نہیں کرتے صرف مذہب کی دہائی دے کر الکشن جیتنا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر وہ سنی مسلمانوں کو لیگ سے الگ نہ رکھ سکے جن کے بعض لیڈر شیعہ ہیں تو پھر ان کی مذہبی اپیلیں اور کفر کے فتوے کس کام کے!

اس الکشن میں لیگ کی نمائندہ حیثیت تو ثابت ہو گئی مگر کانگریس اور لیگ کی بدگمانیاں ایک دوسرے سے بہت بڑھ گئی ہیں (نیا زمانہ)

بقیہ صفحہ (۴)

ہماری ناگہانی ضروریات کے وقت کام آ سکے اب جبکہ میسور میں قحط پڑ رہا ہے۔ بمبئی کے تین یا چار اضلاع کی حالت تباہ ہے اس وقت ہمیں اس کا زیادہ احساس ہوتا ہے کہ ہماری پالیسی کی غلطی کتنی بڑی تھی۔ جو (۳۸۵۰۰) من پیلا جوار ذخیرہ بچ رہی تھی جس کے یہاں بکنے کی توقع نہ تھی وہ سب کا سب حکومت بمبئی خرید رہی ہے۔ میسور کے ناظم افذیہ چار چھ دن بیٹھ کر گئے۔ اس انتظار میں کہ بمبئی سے اگر کچھ بچے تو وہ خرید لیں لیکن ان کو کچھ نہ مل سکا۔ اور میں نہیں بتا سکتا کہ ان کی مایوسی کا کیا عالم تھا۔ مدراس سے دو چار ہی دن ہوئے ایک تار آیا کہ دس ہزار من جوار ان کو اور دیجائے ان کو یہی جواب دیدیا گیا کہ اب یہ ممکن نہیں ہے۔ آج سے ایک ماہ قبل ہم نے اپنی پیلی جوار کی فروخت کے لئے بڑی کوششیں کیں۔ بمبئی میں جناب صدر المہام بہادر مال نے محکمہ رسد کے تمام عہدہ داروں سے کہا لیکن یہی جواب ملا کہ پیلی جوار کو کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔ میسور کے ایک عہدہ دار نے آج سے کوئی چار ہفتہ پہلے یہی جواب دیا تھا۔ اب جبکہ حالات بالکل خراب ہو چکے ہیں تو اسی پیلی جوار کی خریدی کے لئے انتہائی کوشش ہو رہی ہے۔ حمل ونقل کی دشواریاں اب بھی جاری ہیں۔ ہزار روپیہ صرف کیا جائے اور کتنی ہی کوشش کی جائے یہ بہت مشکل ہے کہ اپنی ضروریات کے ۲۰ یا ۲۵ فیصد بھی غلہ وقت پر اپنے لوگوں کو کوئی دے سکے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ وقت پر یہ اناج خرید کر رکھ لیا جاتا اگر ہم کو کچھ زیادہ دو بھی حاصل کر لیا جاتا اور بعد میں اس پر کچھ نقصان تو شاید اس سے بہتر ہوتا کہ آپ اس سے زیادہ نقصان برداشت کرتے ہوئے لوگوں کو وقت پر اناج نہ بہم پہنچا سکیں۔ غرض اپنی غلطی ہی کی وجہ سے گرانی کا سر بوجھ ذخائر سے سفید جوار کے سوا تقریباً ہر قسم کی جوار یا پیلی جوار یا باجرہ اور چھوٹے دانے دار اجناس تھے ان کی نکاسی بغیر کسی دشواری کے اب ہو جائے گی۔ اور کاروباری کو کوئی نقصان برداشت کرنا نہ پڑے گا۔ دوسری طرف بمبئی مدراس کے ان بھوکوں کو غذا مل جائے گی۔ جو مصیبت میں مبتلا ہیں۔ ان ذخائر کے فروخت ہونے کے بعد کوئی (۹۶۰۰۰) پلہ سفید جوار رہ جاتی ہے جو آئندہ ربیع کی جوار آنے تک یہ استعمال کی جائے گی راشننگ۔ ریلوے اور معدنیات کی ضروریات کے لئے تقریباً ماہانہ (۱۵۰۰۰) ہزار پلہ جوار کی خرچ ہوتی ہے۔ جو ہر بلدہ کے لئے جو سستے اناج کی دوکانیں لگائی جا رہی ہیں ان پر اندازہ ہے کہ تقریباً دو لاکھ پلہ جوار صرف ہوگی اس کے علاوہ اضلاع رائچور، میدک، نلگنڈہ، کریم نگر اور محبوب نگر میں تقریباً دو لاکھ پلہ کا اندازہ کیا گیا ہے اسی طرح آئندہ پانچ تک (۵۰۰۰ ۵ من) پلہ کی ضرورت ہوگی۔ جس کے بعد ختم خورداد ۱۳۵۵ف پر (۱۰۵۰۰۰) پلہ بچ رہیں گے۔ احتیاطاً مزید جوار پانچ ہزار من خریدنے کا تصفیہ کیا گیا ہے تاکہ مزید ضرورت ہو تو یہ کام آسکے۔ (باقی)

منڈزئی منزل میں افاغنہ کا اجتماع

مردان ... منڈزئی منزل شنکر کو شب میں افاغنہ کا اجتماع عمل میں آیا۔ اس اجتماع کا مقصد پٹھان سردار کی اطاعت کا اقرار کرنا تھا۔ سید عبدالحلیم صاحب صدر انجمن افاغنہ نے تقریر کرتے ہوئے متفقہ طور پر سرحدی پٹھانوں کے عدم تنظیم اور بے ربطی کا اظہار کیا اور کہا کہ مسلمان جہاں جاتا ہے اسی سرزمین کو اپنا وطن بنا لیتا ہے۔ اور پٹھانوں کی جانب سے نواب محمد ولی داد خان صاحب منڈزئی کو اپنا سردار تسلیم کیا۔ تاکہ [illegible] اس سلطنت کی [illegible] میں پٹھان بھی دوسری اقوام کے دوش بدوش [illegible] رہے ہیں۔

نواب ولی داد خان صاحب نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور تلقین کی کہ آپ حضرات کو چاہیے کہ منظم اور متحد رہ کر قوم کی اسلامی اور اس ملک کے [illegible] کی بہبودی [illegible] خدمت بجا لائیں۔ قوم جب تک [illegible] حدود کے اندر رہتی ہے اور اپنے کردار سے خود [illegible] کے لئے باعث [illegible] ہو، دنیا اس کے پیچھے چلتی ہے۔

مولانا [illegible] حسینی انصاری نے بھی اس اجتماع کو خطاب کیا۔

مسلمانانِ سرحد لیگ کا ساتھ دیں

پشاور ... دسمبر۔ خان عبدالقیوم خان منتخب رکن مرکزی اسمبلی کانگریسی جماعت کے سابق نائب لیڈر نے آج شام یہاں ایک جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے اپیل کی کہ صوبہ سرحد کی مسلم لیگ کے انتخابی بورڈ نے صوبائی اسمبلی کی پوری ۳۸ نشستوں کے لئے لیگ کے ٹکٹ دیئے۔ مرکزی پارلیمانی بورڈ نے جو یہاں آیا تھا تمام اپیلیں سماعت کیں اور ساتھ تین امیدواروں کے بجائے [illegible] امیدواروں کو ٹکٹ دینے کے متعلق صوبائی بورڈ کے فیصلوں کی تصدیق کی۔ خان عبدالقیوم خان نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ آج ہم ہندو کانگریس سے ایک جنگ لڑ رہے ہیں اور ہم پر خاکسار اور احراری پیچھے سے حملہ کر رہے ہیں۔ مسلمانان ہند اور بالخصوص مسلمانان سرحد آج ایک زبردست امتحان سے دوچار ہیں۔ میں مسلمانان سرحد سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ فرد واحد کی طرح اس موقع پر متحد و متفق رہیں اور صرف اس شخص کو اپنا ووٹ دیں جو مسلم لیگ کا امیدوار اور پاکستان کا حامی ہو۔ اگر ہم آج اپنا فرض پوری طرح انجام دیں تو مستقبل میں ہمارے اتحاد و اکثریت پر حملہ کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوگی۔

پاکستان اور آئندہ انتخابات کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے خان عبدالقیوم خان نے کہا کہ نام نہاد "انڈین نیشنل کانگریس" درحقیقت "ہندو کانگریس" ہے۔ مسلم لیگ ہی مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور پاکستان اس کی سب سے بلند منزل ہے۔ ہم ان انتخابات کے ذریعہ پوری دنیا پر ثابت کر دیں گے کہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان پاکستان کے طالب ہیں۔

ایران سے اتحادی فوجیں ہٹا لینے کی مکرر اپیل

طہران ۱۸ دسمبر۔ ایران کے وزیر اعظم ابراہیم حکیمی نے متحدہ حکومت سے پھر اپیل کی ہے کہ وہ اپنی فوجیں ایران سے ہٹا لیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ایرانی وزیر اعظم نے اپنی ماسکو جانے کی خواہش کا مکرر اظہار کیا ہے۔ مزید برآں حکومت ایران کی طرف سے ایک بیان جاری ہوا ہے جس میں آذربائیجان کی تحریک آزادی کا ذمہ دار روس کو ٹھہرایا گیا ہے۔ اس بیان میں ان پر جن کو "شورش پسند" کہا گیا ہے ایران کی جمہوری حکومت اور ایران کے دستوری قانون کے خلاف اقدام کرنے کا الزام لگایا گیا ہے۔

سویٹ حکومت کے اس بیان کے جواب میں کہ ایرانی فوجوں کی نقل و حرکت میں رکاوٹ نہیں ڈالی گئی تھی اس بیان میں تحریر ہے کہ حکومت ایران کے قبضہ میں ایسی دستاویزات موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آذربائیجان کے علاقہ کے ایرانی جنرل انچارج اور کمانڈر نے روس سے بار بار درخواست کی تھی کہ تبریز سے آذربائیجان کے اس طرف ایرانی فوجیں بھیجنے کی اجازت دی جائے لیکن ہر دفعہ سویٹ کمانڈر کی طرف سے انکار کا جواب ملا۔

اس کے علاوہ اس بیان میں ان سوالات کا وضاحت کے ساتھ جواب دیا گیا ہے کہ یہ بات صرف ایرانی حکومت ہی طے کر سکتی ہے کہ کیا "ہنگامہ" دستوری اختیار سے درست ہے یا نہیں۔ یا یہ کہ کیا شمالی علاقہ میں امن قائم کرنے کی صلاحیت ایرانی فوجوں میں ہے یا نہیں۔

اعلان

(۱) دس لاکھ بردار بل [illegible] (۱)

۴۴ × ۵½ × ۱ انچ وزنی ۱½ پونڈ بہترین قسم کا چھپا ہوا [illegible] سکاٹ لینڈ کے بنے ہوئے یا انڈین مل کا بنا ہوا جو خریدنے کے لئے ۱ انچ [illegible] کے مطابق ہو [illegible] ۴۶ء [illegible] ٹینڈر وصول کئے جائیں گے جو [illegible] ۴۶ء کے مطابق ۱۰ دسمبر ۱۹۴۵ء [illegible] بروز [illegible]

(۲) جس قسم کے باردانہ کا ٹینڈر دیا جائیگا اس کا نمونہ بھی ٹینڈر کے ساتھ پیش ہونا ضروری ہے۔

(۳) ٹینڈر کارپوریشن کے فارم پر دیئے جانے چاہئیں اور سربمہر لفافہ [illegible] ڈائرکٹر کے نام ہونا چاہیئے۔

(۴) ٹینڈر معہ (۱۰۰۰) روپیہ نقد [illegible] ڈیپازٹ [illegible] حساب میں تاریخ مقررہ پر یا اس سے قبل داخل کئے جائیں۔

(۵) ویگن کا انتظام کارپوریشن کریگا۔

(۶) نرخ [illegible] اسٹیشن پر ڈلیوری کے [illegible] جن میں محصول چونگی شامل نہ ہوگا۔ اور اس کے علاوہ [illegible] اور [illegible] گودام ڈلیوری کے [illegible] پر بھی نرخ دینا ضروری ہوگا۔

(۷) اگر باردانہ [illegible] سرکار [illegible] قابل فروخت ہے تو نرخ گودام ڈلیوری [illegible] ہونا چاہیئے۔

(۸) بحیثیت ڈائرکٹر کو اختیار حاصل ہے کہ وہ بلا اظہار وجوہ کوئی "ٹینڈر" کلی یا جزوی منظور کرے یا نہ منظور کرے۔

(۹) ٹینڈر کے فارم چیف اکونٹس آفیسر کے دفتر سے [illegible] قیمت ادا کر کے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

لفٹننٹ کرنل معین الدین

منیجنگ ڈائرکٹر حیدرآباد [illegible] کارپوریشن محدود

[illegible] (گودام)

اشتہار

حاضری و جوابدہی مدعا علیہ بر تنسیخ عدالت منصفی تعلقہ [illegible]

بر مقدمہ نمبر ۵۵ سنہ ۱۳ [illegible] بابت [illegible] مولوی [illegible] الدین [illegible] مصنف [illegible] زر نفقہ
[illegible] بنام [illegible] مدعا علیہ
بنام [illegible] والد [illegible]
[illegible] ساکن [illegible] گنڈہ [illegible] تعلقہ حضور نگر۔

چونکہ مقدمہ بالا میں تمہارے نام [illegible] جواب دہی مقدمہ [illegible] جاری کیا گیا مگر رپورٹ تعمیل کنندہ سمن سے واضح ہوا کہ تم [illegible] مقام سکونت جانب [illegible] علاقہ انگریزی چلاگئے ہو اس لئے بمنظوری [illegible] تم کو ذریعہ اشتہار ہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ تم بتاریخ [illegible] ۱۳۵۰ف بوقت ۱۰ بجے دن حاضر عدالت ہذا ہوکر [illegible] ورنہ بعدم حاضری تمہارے کارروائی ضابطہ عمل میں آوے گی۔

ثبت دستخط

سررشتہ دار صاحب عدالت